رسائل و مسائل

کیا اللہ کو گناہ کر کے توبہ کرنے والے لوگ مطلوب ہیں؟

ایک حدیث ہے کہ ابو ایوب انصاریؓ جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم سب لوگ ملائکہ کی طرح بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کر دے گا جو گناہ کر کے توبہ کریں گے (صحیح مسلم)۔

اس حدیث کی تشریح کے سلسلے میں ذہن میں ایک کھٹک سی پیدا ہوتی ہے۔ براہ کرم آپ اس حدیث کے بارے میں محدثین کی آرا اور خود اپنی رائے بھی تحریر فرمائیں۔

آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، وہ صحیح مسلم ''کتاب التوبہ باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبہ'' میں دو سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ ابو ایوب انصاریؓ کی اس روایت کے بعد اسی مضمون کی ابو ہریرہؓ کی ایک روایت بھی صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے۔ تینوں احادیث کا مفہوم ایک ہی ہے۔

یہ حدیث سنداً تو بالکل صحیح حدیث ہے، اس لیے صحیح مسلم ان کتابوں میں شامل ہے جو صحیح احادیث ہی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے آپ پہلے تین باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں تاکہ الجھن اور کھٹک کا ازالہ ہو جائے۔

۱۔ کسی حدیث اور آیت کی تشریح و تفسیر کے لیے موضوع سے متعلق دوسری احادیث و آیات کو سامنے رکھنا چاہیے۔

۲۔ بعض احادیث و آیات کا اسلوب بیان قانونی ہوتا ہے جس میں محدود و مخصوص الفاظ میں شریعت کے قانون اور ضابطے کی وضاحت مقصود ہوتی ہے، اور بعض احادیث و آیات کا اسلوب خطیبانہ اور واعظانہ ہوتا ہے، جس میں حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس نوع کے واعظانہ، خطیبانہ اور ترغیبی یا ترہیبی کلام میں الفاظ کا لغوی مفہوم مراد نہیں ہوتا بلکہ جذبات کو ابھارنا اور عمل پر آمادہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں مبالغہ اور فرضی قسم کی مثالیں بھی بیان ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ قانون ساز بھی تھے اور واعظ بھی تھے۔ اس لیے آپ کے کلام میں دونوں پہلو جلوہ گر ہوتے ہیں۔ تحن

فہمی کا ذوق سلیم رکھنے والا شخص موقع و محل کی مناسبت سے اور دوسری احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ؐ کا منشا معلوم کر سکتا ہے۔

۳- خلافت ارضی کا منصب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نہیں بلکہ انسان کو دیا ہے۔ فرشتوں کے اندر گناہ کی سرے سے قوت ہی نہیں ہے۔ اگر ان کو زمین کی خلافت دی جاتی تو اللہ کی قہار' جبار' عفو' تواب اور غفار کی صفات کا ظہور نہیں ہو سکتا تھا۔ انسان کے اندر خیر کی قوت کے ساتھ شر کی قوت بھی رکھی گئی ہے۔ اس کا نفس امارہ بالسوء بھی ہے اور لوامہ یا مطمئنہ بھی ہے۔ انسان کبھی عالم بالا اور ملکیت کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور کبھی عالم سفلی اور بہیمیت کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ انسان کامل یعنی نبی سے چونکہ اصلاح اور دعوت و ارشاد کا کام لیا جاتا ہے' اس لیے بشر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں اور برائیوں سے محفوظ و معصوم رکھتا ہے۔ لیکن باقی انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے رحمت و مغفرت کا مظہر بھی ہوتے ہیں اور قہر و غضب کا مظہر بھی ہوتے ہیں۔ و اللہ علیم حکیم۔

پہلے قاعدے کی روشنی میں جب ہم اس حدیث پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اصل مقصد گناہوں پر آمادہ کرنا نہیں ہے' بلکہ توبہ و استغفار کی ترغیب دلاتا ہے اور مایوسی کے احساس کا ازالہ کرنا پیش نظر ہے۔ اس لیے کہ متعدد آیات و احادیث میں اللہ و رسول ؐ کی نافرمانی سے اور گناہوں کے ارتکاب سے روکا گیا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی و بشری کمزوری کی بنا پر گناہوں کا صدور تو ہوتا رہے گا۔ اگر ان کو توبہ و استغفار کی فضیلت و اہمیت نہ بتائی جائے تو وہ مایوسی کا شکار ہو کر مزید گناہ کریں گے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اگرچہ اللہ کی رحمت و مغفرت کے بھروسے پر گناہوں کا ارتکاب کرنا حماقت و بغاوت ہے' لیکن گناہ سرزد ہو جانے کے بعد اللہ کی اس رحمت و مغفرت سے مایوس ہو جانا بھی حماقت و جہالت ہی کی ایک قسم ہے۔

یہی بات زیر بحث حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ مغفرت و رحمت اللہ کی صفت ہے اس کا ظہور ہو کر رہے گا۔ اگر بالفرض تمہارے گناہ سرے سے موجود ہی نہ ہوں' تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری مخلوق پیدا کر دے گا جو گناہ کرنے کے بعد مایوس نہیں ہوگی بلکہ توبہ و استغفار کرے گی۔ لہٰذا تم سے بھی اگر گناہ صادر ہو جائے تو مایوس ہونے کی بجائے توبہ و استغفار کے حکم پر عمل کرو۔ نہ صرف یہ کہ توبہ و استغفار سے تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے' بلکہ یبدل اللہ سیاتھم حسنات سے معلوم ہوتا ہے کہ مزید حسنات و درجات سے بھی نوازے جاؤ گے۔

دوسرے قاعدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ زیر بحث حدیث میں اسلوب کلام خطیبانہ اور واعظانہ ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تم گناہ کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے' بلکہ مقصد